سرسید احمد خاں

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو شمارہ

سلسلۂ مطبوعاتِ شعبۂ تالیف و ترجمہ (۱)

ہندوستان کے مشہور لوگوں کے حالات

بچوں اور بچیوں کے لیے

سر سیّد احمد خاں

از

مولوی ظہیر الدین احمد صاحب ایم۔ اے۔ ایچ۔ سی۔ ایس

سنہ ۱۹۳۹ء

مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس میں طبع ہو کر

دفتر ادارۂ ادبیات اردو۔ رفعت منزل۔ خیریت آباد سے شایع ہوئی

قیمت ۲؍

بچوں اور بچیوں کے لیے ادارہ کی دوسری کتابیں

نظام الملک آصفجاہ اول

سلطنت آصفیہ کے قابل احترام بانی کے حالاتِ زندگی جن کو مولوی شیخ چاند مرحوم ایم اے۔ ایل ایل بی ریسرچ اسکالر نے نہایت دلچسپ پیرایے میں اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے ۴۰ صفحات۔ مع تصویر آصفجاہ۔ قیمت ۴ر

من کی بپتا

اس دیدہ زیب کتاب میں محترمہ لطیف النساء بیگم صاحبہ ایم' اے نے بچیوں اور طالبات کے لیے ایسی مفید اور کارآمد باتیں پیش کردی ہیں جن کا مطالعہ ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ چند عنوان یہ ہیں:۔
گھر، سواری ہمارے نوکر، خورونوش، لباس، بچوں کی تعلیم اور ان کی ضرورتیں، اخبار کتابیں اور رسالے۔ نذر نیاز، چندے، مختلف رسومات، علاج، معالجہ، متعلقین، سیرو تفریح سینما، فیشن، وغیرہ۔ صفحات ۸۰ مجلد۔ قیمت ۸ر

نذرِ دکن

اس کتاب میں دکن کے متعلق نہایت مفید اور دلچسپ معلومات درج ہیں جن کو دکن کی انشاپرداز خواتین، مدرسوں اور کالجوں کی طالبات نے لکھا ہے۔ وسطانیہ جماعتوں کی طالبات کے لیے اس کا مطالعہ سودمند ثابت ہوگا۔ اس کو محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ معتمد شعبۂ نسواں نے مرتب کیا ہے۔ ۱۰۴ صفحات۔ ۵ تصویریں۔ مجلد قیمت عہ ۴ر

دیباچۂ عمومی

ادارۂ ادبیات اُردو کے شعبۂ تالیف و ترجمہ نے
اُردو ترجموں کے سلسلے میں مفید کتابوں اور مضمونوں کی تیاری و اشاعت کے
علاوہ یہ بڑا اچھا کام شروع کیا ہے کہ اُس کی طرف سے دوسری زبان کی
کتابوں سے اخذ کرکے یا اپنے طور پر ایسی چھوٹی چھوٹی کتابیں اُردو میں پیش
کی جارہی ہیں جو بچّوں اور بچیوں کے ادب میں اضافہ کا باعث ہوں گی اس قسم
کی اچھی کتابوں کی اُردو میں جو کمی ہے وہ توقع ہے کہ ایسی ہی کوششوں سے
دُور ہوسکے گی۔

اپنے ملک کے مشہور لوگوں کے حالات معلوم کرکے بچّوں میں خود اعتمادی
اور ترقی کی اُمنگیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس شعبہ نے سب سے
پہلے اِسی سلسلے کا کام شروع کیا اور تین کتابیں (سرسید احمد خاں،
مختار الملک اور عماد الملک پر) تیار کرلیں۔ پہلی کتاب خود معتمد شعبہ مولوی
ظہیر الدین احمد صاحب ایم۔اے، ایچ۔سی۔ایس کی اُس پرخلوص سرگرمی،
علمی ذوق اور عملی دلچسپی کا نتیجہ ہے جو اس شعبہ کو کامیاب بنانے کی تمام تر

ذمہ دار ہے۔ ادارۂ ادبیات اُردو کے اس شعبہ نے اب تک بہت کچھ کام کیا ہے اور اس کی طرف سے ایک اور کتاب (مغربی تصانیف اُردو زبان میں) ابھی چھپ رہی ہے جس میں ان تمام اجتماعی اور انفرادی کوششوں پر تحقیقی تبصرہ کیا گیا ہے جو مغربی ادب اور علوم وفنون کو اُردو میں منتقل کرنے کے سلسلے میں گزشتہ سوا سو سال سے کی جا رہی ہیں۔

اس دلچسپ تحقیقی و تاریخی مقالہ کی طباعت کے علاوہ اس شعبہ نے دو انگریزی کتابوں

1. The Meaning of Life
2. Theories and Forms of Political Organizations

کے ترجمے بھی تیار کر لیے ہیں جو عنقریب شائع ہو جائیں گے۔

اس اہم اور مفید کام کے لیے یہ شعبۂ اس کے اراکین اور معتمد خاص طور پر قابلِ مبارکباد ہیں۔

سید محی الدین قادری زور
معتمد عمومی ادارۂ ادبیات اُردو

یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء

سرسیّد احمد خاںؒ

(۳)

ہندوستان کے مشہور مسلمان بزرگوں میں سرسیّد احمد خاں کا بڑا رتبہ ہے، جو اپریل ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے دادا شہنشاہِ عالمگیر ثانی کے درباری اُمرا سے تھے۔ والد کا سایہ اُن کے سر سے بچپن ہی میں اُٹھ گیا۔ اس لیے تعلیم اور تربیّت میں اُن کی والدہ نے بڑی دلچسپی لی۔ اُس زمانے میں انگریزی پڑھانے کا رواج نہ تھا، اس لیے سرسید کو عربی اور فارسی کی تعلیم دی گئی۔

۱۸۳۶ء میں سرسید نے، ایک انگریز، سر رابرٹ ہملٹن کی ملازمت اختیار کی۔ سر رابرٹ ہملٹن بعد میں چل کر ریاستِ اندور کے ریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔

۱۸۴۱ء میں سرسیّد مین پوری کے منصف مقرر ہوئے اور اپنے فرائض کو اتنی اچھی طرح انجام دیا کہ وہ بہت جلد سبارڈینیٹ جج ہو گئے۔ اسی زمانے میں اُن کو دہلی کی تاریخ پڑھنے کا شوق ہوا، اور بہت چھان بین کے بعد اُنھوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جو اتنی مقبول ہوئی کہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ اس کتاب سے اُن کی شہرت میں چار چاند لگ گئے۔ ۱۸۶۹ء میں سرسیّد، رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رکن بنائے گئے۔

ذمہ دار ہے۔ ادارۂ ادبیات اُردو کے اس شعبہ نے اب تک بہت کچھ کام کیا ہے اور اس کی طرف سے ایک اور کتاب (مغربی تصانیف اُردو زبان میں) بھی چھپ رہی ہے جس میں ان تمام اجتماعی اور انفرادی کوششوں پر تحقیقی تبصرہ کیا گیا ہے جو مغربی ادب اور علوم و فنون کو اُردو میں منتقل کرنے کے سلسلے میں گزشتہ سوا سو سال سے کی جا رہی ہیں۔

اس دلچسپ تحقیقی و تاریخی مقالہ کی طباعت کے علاوہ اس شعبہ نے دو انگریزی کتابوں

1. The Meaning of Life
2. Theories and Forms of Political Organizations

کے ترجمے بھی تیار کر لیے ہیں جو عنقریب شائع ہو جائیں گے۔

اس اہم اور مفید کام کے لیے یہ شعبہ، اس کے اراکین اور معتمد خاص طور پر قابلِ مبارکباد ہیں۔

سید محی الدین قادری زور
معتمد عمومی ادارۂ ادبیاتِ اردو

یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء

۵

سرسیّد احمد خاںؒ

ہندوستان کے مشہور مسلمان بزرگوں میں سرسیّد احمد خاں کا بڑا رتبہ ہے ۔ جو اپریل سنہ ۱۸۱۷ء میں دلی میں پیدا ہوئے ۔ اُن کے دادا شہنشاہِ عالمگیر ثانی کے درباری اُمرا سے تھے ۔ والد کا سایہ اُن کے سر سے بچپن ہی میں اُٹھ گیا ۔ اس لیے تعلیم اور تربیّت میں اُن کی والدہ نے بڑی دلچسپی لی ۔ اُس زمانے میں انگریزی پڑھانے کا رواج نہ تھا ، اس لیے سرسید کو عربی اور فارسی کی تعلیم دی گئی ۔

سنہ ۱۸۳۶ء میں سرسید نے ، ایک انگریز ، سر رابرٹ ہملٹن کی ملازمت اختیار کی ۔ سر رابرٹ ہملٹن بعد میں چل کر ریاستِ اندور کے رزیڈنٹ مقرر ہوئے ۔

سنہ ۱۸۴۱ء میں سرسیّد مین پوری کے منصف مقرر ہوئے اور اپنے فرائض کو اتنی اچھی طرح انجام دیا کہ وہ بہت جلد سبارڈینٹ جج ہو گئے ۔ اسی زمانے میں اُن کو دلی کی تاریخ پڑھنے کا شوق ہوا ، اور بہت چھان بین کے بعد اُنھوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جو اتنی مقبول ہوئی کہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ۔ اس کتاب سے اُن کی شہرت میں چار چاند لگ گئے ۔ سنہ ۱۸۶۹ء میں سرسیّد ، رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رکن بنائے گئے ۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی ایک علمی مجلس کا نام ہے جس میں صرف نامور اور بزرگ عالموں کو شریک کیا جاتا ہے۔

۱۸۵۵ء میں سرسیدؔ بجنور گئے اور ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں اُنھوں نے بہت سے انگریزوں کی جان بچائی۔ اس کے دوسرے سال اُنھوں نے اس بغاوت کے اسباب سے متعلق ایک کتاب لکھی جس میں اُنھوں نے اُن اعتراضوں کا جواب دیا جو ہندوستانیوں پر اس بغاوت کے سلسلے میں کیے جاتے تھے۔ یوں تو یہ کتاب ۱۸۵۸ء میں لکھی گئی تھی لیکن اس کی اشاعت ۱۸۶۳ء سے قبل نہیں کی جا سکی۔ ۱۸۶۲ء میں اُن کا تبادلہ غازی پور پر ہوا۔ جہاں اُنھوں نے سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ اس مجلس کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی کتابوں کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا جا کر مغربی علوم کی ہندوستان میں نشر و اشاعت کی جائے۔ اُس زمانے میں انگریزی جاننے والے ہندوستانیوں کی تعداد آج کل کا مقابلہ کرتے ہوئے بہت ہی کم تھی۔ اس لحاظ سے سرسیدؔ کی یہ کوشش بہت ہی مفید ثابت ہوئی۔

سرسید کے بیٹے سید محمود پہلے ہندوستانی طالب علم تھے جن کو سرکار سے یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے وظیفہ عطا کیا گیا۔ ۱۸۶۹ء میں سرسیدؔ ان کے ساتھ انگلستان گئے۔ انگریزوں کی بود و باش سرسیدؔ کو بہت پسند آئی

چنانچہ اُنھوں نے اس کی تعریف میں ایک مضمون بھی لکھا تھا جس کو علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے شائع کیا ۔

۱۸۷۰ء میں سرسید نے پیغمبر اسلام رسول اکرم صلعم کی سیرت سے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ لکھا۔ ۱۸۷۰ء میں وہ ہندوستان واپس آئے اور ایک رسالہ جاری کیا جس کا نام "تہذیب الاخلاق تھا۔ اس کے ذریعے سے اُنھوں نے بُرائی اور نقصان پہنچانے والی رسموں اور عادتوں کو چھوڑنے اور اپنی حالت کو درست کرنے کے لیے مسلمانوں کو ہدایت کی۔

۱۸۷۵ء میں سرسید نے ایک بہت بڑا کام کیا، جو اب تک باقی ہے اور جس کی وجہ سے ان کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس سال، اُنھوں نے چندہ جمع کرکے علیگڈھ میں ایک مدرسہ قائم کیا، جس کا نام محمڈن اینگلو اورنیٹل اسکول رکھا گیا۔ اس مدرسے کو وہ مسلمانوں کی تہذیب اور اُن کے علوم وفنون کا مرکز بنانا چاہتے تھے، اور حقیقت میں ان کا یہ خیال بہت ہی اچھا تھا جس کو اُنھوں نے نہایت عمدگی سے پورا بھی کیا۔ ۱۸۷۷ء میں اس وقت کے وائسرائے لارڈ لٹن نے اس مدرسے کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ شاندار عمارت ہے جس میں آج کل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ قائم ہے ۔

سرکار کی طرف سے سرسید کی خوب قدر ہوئی۔ انگلستان میں ملکۂ وکٹوریہ نے

اُن کو اپنے دربار میں بلایا اور سی۔ ایس۔ آئی کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ولایت کی مشہور علمی انجمن ایتھینیم کلب کے وہ رُکن بنائے گئے۔ ۱۸۷۵ء میں وہ صوبہ متحدہ آگرہ واودھ کی مجلس مقننہ کے رُکن بنے اور اس کے تین سال بعد امپیریل لیجسلیٹیو کونسل کے رکن مقرر ہوئے۔ لارڈ رِپن نے بعد میں چل کر ان کو دوبارہ اس کونسل کا رکن مامور کیا۔ چیچک کو روکنے کا جو ٹیکہ لگایا جاتا ہے، اُس سے متعلق جو قانون بنایا گیا اُس میں سرسید کا بڑا حصّہ تھا۔

۱۸۸۲ء میں سرسید تعلیمی کمیشن کے رکن بنائے گئے۔ اس کے چار سال بعد اُنھوں نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ یہ مجلس اب تک موجود ہے، اس کے سالانہ جلسے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی تعلیم سے متعلق اس میں اچھے اچھے کام ہوتے ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں سرسید اور ان کے دوست راجہ شیو پرشاد نے کانگریس کی مخالفت کے لیے ایک انجمن قائم کی جو بہت جلد ٹوٹ گئی۔ اسی سال سرسید کو، لارڈ ڈفرن نے پبلک سروس کمیشن کا رکن بنایا تھا، اور ۱۸۸۸ء میں اُن کو کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔

مسلمانوں کی ترقی میں سرسید کی ذات سے بہت مدد ملی۔ ان کے زمانے میں ہندوستان کے مسلمان ایک نہایت نازک دور سے گزر رہے تھے۔ مغلیہ سلطنت کی حکومت برائے نام تھی۔ اصلی قوت اور حکومت کا اقتدار ایسٹ انڈیا

کمپنی کے ہاتھوں میں چلا جا چکا تھا مسلمان پریشان حال تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اُنھیں کیا کرنا چاہیئے۔ ان سے ان کی حکومت اور ان کا ملک چھین لیا گیا تھا اور چھیننے والے انگریز ہی تھے۔ ایسی صورت میں انگریزوں کے ساتھ مل کر کام کرنا خود اپنی قوم کے ساتھ بے وفائی کرنے کے برابر تھا۔

سرسید نے ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کی مدد کی۔ اُنھوں نے اپنی قوم کو پہلے تو یہ بتایا کہ مسلمانوں کا خاتمہ نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کو بھی اپنی حالت بدلنی چاہیئے، تاکہ آگے چل کر اُنھیں بھی عزت کی جگہ مل سکے۔

دوسری بات جو سرسید نے مسلمانوں سے کہی، وہ یہ تھی کہ ان کے لیے دوسری قوموں اور دوسرے مذہب والوں سے دوری اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور یورپ کے لوگوں میں بہت سی اچھی باتیں ہیں جن کو اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ انھی خوبیوں کی وجہ سے یورپ والوں نے ترقی کی ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں سے میل ملاپ بڑھانے میں خود ہندوستانیوں کا فائدہ ہوگا۔ میل ملاپ بڑھانے کا جو طریقہ سرسید نے بتایا وہ یہ تھا کہ اہل ہند، انگریزوں کے علوم کو پڑھیں، ان کے اچھے طریقے

سیکھیں اور اُن پر عمل کریں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سرسید انگریزوں کی اندھی تقلید کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ ان میں اتنی جرأت بھی تھی کہ بعض موقعوں پر وہ انگریزوں کو بُرا بھلا بھی کہنے سے باز نہ آتے تھے۔

سرسید کے زمانے میں ہندوستانیوں کو کونسلوں میں شریک نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کو وہ بہت بُرا جانتے تھے۔ اس لیے اُنھوں نے کوشش کی کہ ہمارے ملک کے لوگوں کو کونسلوں اور خصوصیت کے ساتھ لیجسلیٹیو کونسل میں جگہ ملنی چاہیے، تاکہ وہ حکومت کے سامنے اپنی مشکلیں پیش کریں اور حقوق طلب کریں۔ سرسید کی یہ کوشش کامیاب اور بارآور ہوئی۔

سرسیدؔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں محبت اور اتحاد پیدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہندو اور مسلمان، ہندوستان کی دو آنکھیں ہیں اور کسی چیز کو صحیح طور پر دیکھنے کے لیے دونوں آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ نصیحت کرتے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر بن کر رہنا چاہیے۔ اُن کا خیال تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اگر اتفاق نہ ہوا تو دونوں تباہ اور برباد ہو جائینگے۔ وہ چاہتے تھے کہ سارے ہندوستانی ایک قوم بن کر رہیں۔ اور 'ہندو' اور 'مسلم' کے فرق کو مٹادیں۔ وہ ہندوستان کے تمام رہنے والوں کو خواہ وہ ہندو ہوں، یا

مسلمان، عیسائی ہوں کہ پارسی، ہندوستانی ہی خیال کرتے تھے۔ ان کو بنگالیوں سے محبت تھی۔ وہ کہتے تھے کہ بنگالیوں پر ہندوستان کو ناز کرنا چاہیے کہ انھوں نے اپنے وطن کے بھائیوں کو علوم و فنون، آزادی اور قوم پرستی کے راستے بتلائے ہیں لیکن جب بنگالیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اُن کو حکومت میں ایک طرح کا دخل دیا جائے تو سرسید نے ان کی مخالفت کی اس لیے کہ وہ ہندوستانیوں کو ابھی حکومت کرنے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُس زمانے میں ہندوستانی تعلیم میں بہت پیچھے تھے۔ سرسید کی اس مخالفت کا اثر یہ ہوا کہ ہندو بھائیوں نے ان کو شبہ کی نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ اور یہ شبہ ایک حد تک یقین سے بدل گیا جب کہ سرسید نے ۱۸۸۸ء میں کانگریس کی مخالفت کا بیڑا اُٹھایا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض اوقات سرسید سے غلطیاں بھی ہوئیں۔ اُنھوں نے اسلامی تعلیمات سے متعلق بعض وقت کچھ ایسی باتیں کہیں جو درست نہ تھیں یا جن کو اس وقت کے لوگ درست نہیں سمجھتے تھے۔ اِن باتوں سے مولویوں اور قدامت پسند مسلمانوں کا طبقہ اُن کا مخالف ہو گیا۔ اور ان پر کفر کا الزام لگایا گیا۔ لیکن یہ ناراضگی اور ناروا سلوک سرسید کی ہمت کو نہیں توڑ سکا۔ اُن کے دل میں مسلمانوں اور اسلام کا سچا درد تھا اور اُن کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام لوگ مل کر ایک قوم بن جائیں

سر سید سچے مسلمان تھے ۔ اُن کی مشہور کتاب "خطبات احمدیہ" کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں ۔ دوسرے مذہب کے لوگ دانستہ یا بے سمجھے بوجھے اسلام پر جو اعتراض کرجاتے ہیں اُن کا اس کتاب میں خوب جواب دیا گیا ہے اور مسلمانوں کے مذہب کو صحیح روشنی میں پیش کیا گیا ہے ۔

سر سید نے ہندوستان میں تعلیم پھیلائی اور یہی اُن کا خاص کارنامہ ہے ان کے نزدیک بغیر تعلیم کے کسی قسم کی بھی ترقی ناممکن تھی ۔ وہ جہاں انگریزی زبان میں تعلیم دینے کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے ، ہندوستانی مادری زبانوں کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتے تھے ۔ انگریزی تعلیم کو وہ از حد ضروری سمجھتے تھے تاکہ اُس زبان کے مشہور لوگوں کے اعلیٰ خیالات سے ہندوستانی بھی واقف ہو کر ترقی کا راستہ اختیار کر سکیں ۔ وہ عوام اور غریب لوگوں میں تعلیم پھیلانا چاہتے تھے ۔ اور یہ اُن ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم تعلیم کو عام دیکھتے ہیں ۔

سر سید عورتوں کی تعلیم کے بڑے حامی تھے ۔ انگریز عورتوں سے مل کر وہ بہت خوش ہوتے تھے ۔ اور ان کی سیاسی ترقی اور اخلاق کو پسند کرتے تھے ۔ اور جب انگلستان کی ترقی یافتہ عورتوں کا مقابلہ وہ اپنے

ملک کی عورتوں سے کرتے تو ان کو بہت دُکھ ہوتا تھا۔ مگر عورتوں سے زیادہ وہ مردوں کی تعلیم پر زور دیا کرتے تھے عام مدرسوں میں عورتوں کا تعلیم پانا اُنھیں کچھ زیادہ پسند نہ تھا۔ تاہم مسلمان عورتوں میں آج کل جو تعلیم کا چرچا ہے اور چند تعلیم یافتہ خواتین کہیں نظر بھی آجاتی ہیں تو یہ محض سرسید کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

سرسید جب انگلستان سے واپس آئے تو اُن کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے مشہور کالجوں کے نمونہ پر ہندوستان میں ایک کالج مسلمانوں کے لیے کھولا جائے مولویوں اور مشائخوں نے اس خیال کی سخت مخالفت کی لیکن سرسید اپنی دُھن کے پکّے تھے اور اُنھوں نے اس معاملہ میں عوام کی رائے دریافت کرنے کی ٹھانی۔ اُنھوں نے لوگوں سے خواہش کی کہ مسلمانوں کی جہالت اور افلاس کے اسباب سے متعلق مضامین لکھے جائیں ان مضامین کے صلے میں سرسید نے انعام بھی مقرر کیے۔ اس طریقے سے انھوں نے معلوم کیا کہ مسلمانوں کی جہالت اور افلاس کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) امیروں کا اپنے بچوں کو غریبوں کے بچّوں سے الگ تھلگ رکھنا اور خراب تربیت کی وجہ سے امیروں کے بچّوں میں خراب عادتوں کا پیدا ہونا۔

(۲) انگریزی تعلیم سے بیزاری اس وجہ سے کہ مذہبِ اسلام کے خلاف سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ اس زمانے کے انگریزی مدرسوں میں اسلامی تعلیم اور دینیات سے بے رُخی برتی جاتی تھی۔ مسلمانوں کی عیدوں کے دن مدرسوں کو تعطیل بھی نہیں دی جاتی۔ ان باتوں سے یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مدرسوں کے ہندو اور عیسائی استاد مسلمان بچوں کی پروا نہیں کرتے۔

(۳) مسلمانوں کا فوجی ملازمت کو دفتری ملازمت سے بہتر سمجھنا۔ اگر ان کو فوج میں خدمتیں نہ ملتیں تو وہ بیکار رہنا پسند کرتے تھے۔

ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے سر سیدنے ۱۸۷۵ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی بنا ڈالی۔ اس مدرسے میں مذہب اسلام اور دینیات کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ وہاں کے پڑھنے والے بچوں کو زندگی کے وہ اصول سکھائے گئے جو آکسفورڈ اور کیمبرج کے کالجوں میں رائج تھے۔ آزاد اور صحت بخش فضا پیدا کی گئی۔ مختصر یہ کہ علی گڈھ کالج انگریزی پبلک اسکول کے نمونہ پر قائم کیا گیا۔ وہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ فٹ بال اور کرکٹ جیسے صحت بخش کھیلوں کا انتظام تھا۔ لارڈ لٹن نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ "آپ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مذہبِ اسلام میں کوئی

بات ایسی نہیں ہے جو دماغ کی تربیت کے مخالف ہو۔ اسلامی اقوام کی سب سے زیادہ شاندار کامیابیاں وہ ہیں جو اُنھوں نے ادب، سائنس اور فنون کے میدانوں میں حاصل کیں۔ اس برِاعظم کے بڑے حصّے کو مسلمانوں نے ایک ایسا فنِ تعمیر سکھایا جو اب تک لوگوں کو حیرت زدہ کر رکھا ہے۔ بہت زمانہ پیشتر مسلمانوں نے دنیا کو ریاضیات، فلسفہ اور طب کے ادق مضامین سے روشناس کرایا اور آج تک بھی ہسپانیہ اور پرتگیزی علاقوں کے لوگ مسلمان انجنیروں کے کیے ہوئے کاموں سے مستفید ہوتے ہیں۔

سرسید کے اس قائم کیے ہوئے کالج سے بڑے بڑے لوگ نکلے جنھوں نے زندگی کے ہر شعبے میں نام پیدا کیا۔ اور اس کالج کی دنیا کے بڑے بڑے لوگوں نے تعریف کی ہے اور اب بھی ہندوستان کے مسلمان اس کالج کو اپنی تعلیمات اور تہذیب کا مرکز جانتے ہیں۔

سرسید ہمیشہ سچائی کو پسند کرتے تھے۔ جھوٹ سے اُنھیں نفرت تھی۔ اُن کے بچپن کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ انھیں دربار میں طلب کیا گیا اور جو وقت مقرر کیا گیا تھا اس وقت وہ نہیں پہنچ سکے۔ بادشاہ کے خوف سے ان کو لوگوں نے رائے دی کہ کوئی بات بنا دیں مگر انھوں نے دیر سے پہنچنے کا اصل سبب بادشاہ سے عرض کر دیا، کہ وہ وقت پر

نہیں جاگ سکے تھے۔ اس سے بادشاہ بہت خوش ہوئے۔

سرسید نمائشی کاموں کو ناپسند کرتے تھے۔ وہ جو کوئی بھی کام کرتے تھے سچے خلوص کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کے دوست ان پر بھروسہ اور اعتماد کرتے تھے۔ خوشامد کو وہ دل کی بیماریوں میں سے بدترین بیماری جانتے تھے۔ وہ بڑے باہمت اور بہادر آدمی تھے۔ بغاوت کے زمانے میں انگریزوں کی جانیں بچانے میں اُنھوں نے بڑی بہادری دکھائی۔ سرسید بڑے خلیق تھے اور ہر شخص سے بڑی اچھی طرح ملتے تھے۔ وہ اپنی دُھن کے پکّے تھے اور جس کام کا بھی بیڑا اٹھاتے تو اس کے پورا ہونے تک چین نہ لیتے تھے۔

سرسید کا انتقال آج سے ٤٤ برس پہلے ۱۳۱۵ھ میں ہوا اور ان کے قائم کیے ہوئے کالج کی مسجد میں اُن کو دفن کیا گیا۔ اُن کی رحلت کی تاریخ بھی بڑی اچھی نکالی گئی یعنی ''غفرلہٗ'' جس کے معنی ہیں خدا اُن کو بخشے۔

۱۱۰ے

ادارۂ ادبیات اردو کی مشہور و معروف کتابیں

مرقع سخن (جلد اول) حیدرآباد دکن کے پچیس ۲۵ شعرائے دورِ آصفیہ کا باتصویر تذکرہ پچاس سے زیادہ تصاویر اور چار سو سے زیادہ صفحات مجلد قیمت صہ

مرقع سخن (جلد دوم) حیدرآباد دکن کے پچاس دیگر شعرائے دورِ آصفیہ کا باتصویر تذکرہ پچاس تصاویر چار سو صفحات مجلد قیمت صہ

سراج سخن۔ انتخاب کلام شاہ سراج اورنگ آبادی مرتبہ پروفیسر عبدالقادر سروری مع سوانح شاہ سراج۔ صفحات ۱۴۰ قیمت ۱ر۱۲

ایمان سخن۔ انتخاب کلام شیر محمد خاں ایمان مرتبہ سید محمد صاحب ایم اے مع سوانح ایمان صفحات ۱۲۰ قیمت ۱ر۱۲

فیض سخن۔ انتخاب کلام حافظ میر شمس الدین محمد فیض مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور مع سوانح فیض صفحات ۱۴۴ قیمت ۱ر۱۲

بادۂ سخن۔ انتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین مائل مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور مع سوانح و تصویر صفحات ۱۲۸ قیمت ۱ر۱۲

کیفِ سخن۔ انتخاب کلام سید رضی الدین حسن کیفی مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور مع سوانح و تصویر صفحات ۱۲۲ قیمت ۱ر۱۲

متاعِ سخن۔ انتخاب کلام نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ مع سوانح و تصویر عزیزؔ صفحات ۱۲۵ قیمت ۱۲

ورڈزورتھ اور اس کی شاعری۔ مشہور انگریز شاعر کے حالات اور کلام پر تبصرہ از مولوی میر حسن صاحب ام اے۔ مع تصویر شاعر صفحات ۴۰ قیمت ۴ر

ٹیگور اور ان کی شاعری۔ ہندوستان کے مشہور شاعر رابندرا ناتھ ٹیگور کے حالات اور کلام پر تبصرہ از مولوی مخدوم محی الدین صاحب ام اے۔ مع تصویر شاعر صفحات ۱۲۱ قیمت ۸ر

یوسف ہندی قید فرنگ میں۔ مرزا غالبؔ کی قید فرنگ کے حالات مرتبہ مولوی محسن بن شبیر صاحب بی اے۔ ال ال بی صفحات ۸۰ قیمت ۸ر

ہوش کے ناخن (ڈرامہ) حیدرآباد کی سماجی زندگی کا خاکہ مصنفہ مخدوم محی الدین میر حسن صاحبان صفحات ۹۶ قیمت ۸ر

نذرِ ولیؔ۔ ولیؔ اورنگ آبادی کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی مضامین کا مجموعہ از لطیف النساء بیگم ام اے۔ نجم النساء بیگم ام اے۔ جہاں بانو بیگم ام اے۔ نعیم النساء بیگم ام اے۔ صفحات ۲۴۰ قیمت صرف عالی ۸ر

نقدِ سخن۔ کلام فانیؔ پر نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ کی تنقیدوں کا مجموعہ صفحات ۱۰۶ قیمت ۸ر

گریہ و تبسم۔ صاحبزادہ میکشؔ مدیر سب رس کی نظموں اور غزلوں کا بہترین مجموعہ ہے جناب میکشؔ حیدرآباد کے نوجوان شعراء میں ایک خاص امتیاز کے مالک ہیں اور ان کا کلام بہت مقبول ہے۔ عالی جناب ڈاکٹر زورؔ صاحب کا دیباچۂ عمومی اور جناب پروفیسر

عبدالقادر صاحب سروری کا مقدمہ بھی اس کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

"صاحبزادہ میکش کا شمار اردو کے ان نوجوان شعراء میں ہے جو اپنے شاعرانہ وجدان کو محض ادبیات تک محدود نہیں رکھتے بلکہ جنہوں نے اپنے لئے خیال و بیان کے کچھ نئے میدان بھی پیدا کر لئے ہیں۔ اس شاعری کا شباب "گل و بلبل" سے گذر کر ان مقامات تک پہنچ گیا ہے جہاں نوجوان شاعر پکار اٹھتا ہے کہ

قرار بےقراریوں کا نام ہے شباب میں — سکونِ زیست پا رہا ہوں عین اضطراب میں

اس "عہدِ اضطراب" آئینہ دار شاعری کا یہ جدید کتب ہے جس میں فکر و شعر اب "بعنوان دگر" ہے۔ جذباتی نظمیں بھی ہیں بعض بعض بہت ہی خوب ہیں تغزل بھی ہے لیکن اس کا رنگ بھی "جدید" ہے اور "قدیم" نہیں ہے۔ نوجوان حیدرآباد کی شاعری میں جو ذوق جدید پیدا ہو رہا ہے اسی کا نقیب "گریہ و تبسم" ہے اور اس نقطۂ نظر سے ہم ان اوراق کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ جناب میکش کا یہ ذوق کلام مقبول عام ہوگا۔ **قاضی عبدالغفار** "پیام" [illegible]

صفحات ۹۲ طباعت و کتابت نفیس کاغذ اعلیٰ قسم جلد پر سنہری نام قیمت عہ

من کی بپتا صنعتِ ناٹک کی ضرورتوں اور زندگی کی تلخیوں کے متعلق معرکتہ الآرا مشورے۔ اس دلچسپ ادبی کتاب میں حسب ذیل عنوانوں پر بڑی مفید اور

اور کار آمد باتیں لکھی گئی ہیں۔ گھر، سواری، ہمارے نوکر، خورد ونوش، لباس
بچوں کی تعلیم اور ان کی ضرورتیں، اخبار بینی، کتابیں، نذر ونیاز، چندے
مختلف رسومات، سینما، فیشن وغیرہ، ہر تعلیم یافتہ گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری
ہے۔ کتاب بہت خوبصورت اور مجلد ہے۔ مصنفہ محترمہ لطیف النسا بیگم صاحبہ ام اے
صفحات (۸۰) قیمت صرف آٹھ آنے (۸ /)

مشاہیر قندہار دکن۔ اس تذکرہ میں مولوی اکبرالدین صاحب صدیقی بی اے نے
دکن کے مشہور و معروف اور مردم خیز خطہٗ قندہار شریف کے معزز خاندانوں اور ان کے
باکمال و مایۂ ناز افراد کا اجمالی خاکہ کھینچا ہے۔ پروفیسر عبدالمجید صاحب صدیقی
استاذ تاریخ جامعہ عثمانیہ کا بصیرت افروز مقدمہ اس کے ساتھ شایع ہوا ہے۔
قندہار شریف دکن کا بلگرام سمجھا جاتا ہے اور محمد تغلق کے زمانہ سے آج تک
وہاں کی سرزمین سے بڑے بڑے اولیا، علما، شعرا اور مشاہیر پیدا ہوتے رہے
ہیں۔ دکن کے مختلف شہروں اور قصبوں میں قاضیوں، خطیبوں، محتسبوں اور
دیگر اہل خدمات شرعیہ کے خاندان آباد ہیں۔ ان میں سے اکثروں کا تعلق
قندہار شریف ہی کے بزرگوں سے ہے اس لئے یہ کتاب دکن کے شرفا اور
بزرگوں کا ایک مستند اور مبسوط تذکرہ سمجھی جاسکتی ہے اور اس کے مطالعہ سے
یہاں کی علمی و ادبی چہل پہل کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

صفحات (۱۸۴) تعداد تصاویر (۹) قیمت عہ

سرگذشت غالب۔ اردو اور فارسی کے مشہور شاعر و ادیب مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کی حیات، کارناموں اور اعزہ و احباب کا ایک مکمل تذکرہ ہے جس کو ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زورؔ ایم اے۔ پی ایچ، ڈی (لندن) پروفیسر ادبیات اردو جامعہ عثمانیہ نے نہایت تحقیق اور محنت سے مرتب کیا ہے۔ بڑی سائز صفحات ۱۴۴ قیمت عہ

من کی دنیا۔ حیدرآباد کے نوجوان افسانہ نگار رشید قریشی کے افسانوں کا نفیس مجموعہ ہے۔ رشید قریشی کے افسانے سب رس اور دیگر رسائل میں شایع ہو کر بہت مقبول ہوئے اس لئے ادارہ نے ان کے افسانوں کو کتابی شکل میں پیش کیا ہے۔ عالی جناب ڈاکٹر زورؔ صاحب کا دیباچہ عمومی اور جناب پروفیسر سروری صاحب کا مقدمہ بھی اس کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ افسانوی ادب سے دلچسپی رکھنے والے ضرور اس کا مطالعہ کریں۔ کتاب بہت دلچسپ اور انداز بیان نہایت شگفتہ ہے۔

ہر افسانہ رعنائی خیال اور رنگینئ بیان کا بہترین نمونہ ہے۔ اردو کے نئے ادب سے دلچسپی رکھنے والے اور ترقی پسند نظریوں کے پرستار ان افسانوں کے مطالعہ سے ضرور محظوظ ہوں گے۔ جو اصحاب اردو کے جدید ترین افسانوں کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں وہ اس نوجوان مصنف کے ان پرکیف افسانوں سے ضرور لطف اندوز ہوں گے۔

صفحات (۱۶۰) قیمت مجلد عہ

مدراس میں اردو (مجلد) اس کتاب میں مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی فاضل نے مدراس میں اردو کے نشو و نما اور اس کے ارتقاء کی تاریخ پیش کی ہے۔

کتاب کو نو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے ہر دور کے شاعروں اور نثر نگاروں کے سوانح حیات اور نمونۂ کلام کو پیش کیا ہے۔ تاریخ ادب اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ صفحات ۲۰۰ قیمت مجلد ۲ روپے

نذرِ دکن (با تصویر) دکن کے متعلق خواتین دکن کے رشحات قلم کو محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ نے خاص ذوق اور سلیقہ سے مرتب کیا ہے۔ اس حسین و جمیل مجموعہ میں تقریباً بیس ایسی خواتین کے مفید اور دلچسپ مضامین نظم و نثر شریک کئے گئے ہیں جن کی شاعری یا نثر اپنی گوناگوں خصوصیات اور دلچسپیوں کی وجہ سے علمی دنیا میں قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ اس مرقع کے قلمی معاونین میں جہاں بانو بیگم صاحبہ، لطیف النساء بیگم صاحبہ، صغریٰ بیگم صاحبہ، ہمایوں مرزا، انیس ارملن بیگم صاحبہ، شروانیہ تسنیم ربانی بیگم صاحبہ، فاطمہ بیگم صاحبہ، آرا، بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر، رابعہ بیگم صاحبہ، مسز صوفی، سارہ بیگم صاحبہ، ممتاز جہاں بیگم صاحبہ، صفیہ صدیق، فریدہ بیگم صاحبہ، تصدق فاطمہ صاحبہ، انجہان بیگم قریشی صاحبہ، کبریٰ اقبال صاحبہ، عبدالرؤف، وغیرہ خاص کر قابل ذکر ہیں۔ اور اس کو ادارۂ ادبیات اردو کے شعبۂ نسواں کی معتمد اور مدیرۂ سب رس محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ نے مرتب کیا ہے جو اردو اور انگریزی کی مشہور ناول نگار اور ادیبہ مرحومہ طیبہ بیگم صاحبہ (بنت نواب عماد الملک مرحوم) کی دختر ہیں اور جن کو علم و فضل اور ادب و انشاء کا ذوق اپنی والدہ ماجدہ اور نانا سے ورثہ میں ملا ہے۔

یہ مجموعہ ایک ایسا بیش بہا تحفہ ہے جس کے مطالعہ سے عورتیں اور مرد دونوں

مستفید ہو سکتے اور مؤرخین دکن کے متعلق ضروری معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

اس میں مصنف مارک کے مذاق کی نفیس تصویریں بھی شامل ہیں صفحات ۱۸۔ قیمت مجلد عہ

محرم نامہ۔ سانحۂ کربلا کے متعلق مضامین، مرثیوں، سلاموں، نوحوں اور تصویروں کا عظیم الشان مجموعہ۔ آج تک ایسا محرم نامہ شائع نہیں ہوا اس کے محققانہ و ادیبانہ مضامین میں واقعاتِ کربلا اور فلسفۂ شہادت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور تقریباً پچاس شعراء کے مرثیوں، نوحوں اور سلاموں کو تاریخ وار شائع کیا گیا ہے مرثیہ گو شعراء اور مجالس کی نایاب تصویریں شامل ہیں مجلسوں میں تقسیم کرنے کے لئے اس سے بہتر تحفہ یا تبرک اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تعداد صفحات ۱۱۲ تعداد تصاویر ۹ قیمت مجلد عہ۔

روحِ غالب۔ اردو اور فارسی کے مشہور شاعر اور انشا پرداز مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کی حیات اور کارناموں کی ایک مکمل سرگذشت اور ان کے بہترین اردو خطوط کے دلچسپ ادبی حصوں کا انتخاب جس کو ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور نے نہایت محنت اور جانفشانی سے مرتب کیا ہے اس کتاب میں پہلی دفعہ غالب کے خاندان اور اجداد اور ان کے سسرالی اعزہ و اقارب کے تفصیلی شجرے بھی شائع کئے گئے ہیں۔ غالب کے حالاتِ زندگی جس خوبی اور اجمال کے ساتھ اس میں درج ہیں آج تک کسی سوانح غالب میں شائع نہیں ہوئے۔ ۲۰۰ صفحات با تصویر قیمت دو روپے آٹھ آنے (عاں ۸ر)

نظام الملک آصفجاہ اول۔ مولوی شیخ چاند مرحوم ایم اے ایل ایل بی (ریسرچ سکالر) نے بانیٔ سلطنتِ آصفیہ کے مکمل حالات و مستند واقعاتِ زندگی عوام اور طلبہ کے لئے سلیس اور شگفتہ

زبان میں تحریر کئے تھے جس کو [illegible] نے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ صفحات [illegible] مع تصویر

نظام الملک آصف جاہ اول قیمت ۱۲ / ۲ر

دکن نمبر ہزار ویں صفحے کے سرنفسے تیار کیا گیا ہے۔ اکثر تصاویر نادر و نایاب ہیں جو پہلی مرتبہ شائع کی گئی ہیں۔ مضامین نظم و نثر نہایت بلند پایا اور اعلیٰ معیار کے ہیں تاریخ اور خصوصاً دکنی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے اس سے بہتر معلومات ذخیرہ ایک کتاب میں شائع نہیں ہوا۔ تعداد صفحات (۱۹۰) تعداد تصاویر ۲۰ قیمت عالہ

اقبال نمبر۔ اس نمبر میں شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کی حیات اور کلام کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ اقبال کے بعض اشعار کو مصور بھی کیا گیا ہے۔ خاص کر اقبال کی ایک نایاب تصویر شائع کی گئی ہے جس میں اقبال اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر ہیں۔ تعداد صفحات (۱۶۰) تعداد تصاویر (۹) قیمت عہ ۱۲ر

تاریخ گولکنڈہ۔ وہ کتاب جو کئی سال کی تحقیق اور محنت و معلومات کا نتیجہ ہے حیدرآباد کے مشہور مورخ اور جامعہ عثمانیہ کے معلم تاریخ پروفیسر عبدالمجید صاحب صدیقی ام اے ال ال بی نے اس کتاب میں سلاطین قطب شاہیہ کی نہایت مستند اور مبسوط تاریخ قلم بند کر دی ہے تاریخ گولکنڈہ باتصویر ہے اور اس کی تصویریں بھی اس کے مواد کی طرح قدیم تاریخی ماخذوں سے حاصل کی گئی ہیں۔ بڑی سائز (۳۳۰) صفحات خوبصورت جلد قیمت تین روپئے آٹھ آنے

سب رس۔ ادارہ ادبیات اردو کا دلچسپ علمی و ادبی باتصویر ماہنامہ ہے۔ اگر ہر موضوع اور ہر صنف ادب سے لطف اندوز ہونا ہو تو سب رس سے بہتر کوئی پرچہ اردو میں نہ ملے گا۔ چندہ للعہ علاوہ محصول ڈاک۔ بچوں اور بچیوں میں اردو پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے اس کا ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے جو بہت دلچسپ اور مفید ہو چندہ عہ سالانہ